ماضی میں وسائل واسباب کے فقدان کے سبب اخبارات ورسائل کا ریکارڈ رکھنے کا نہ مزاج تھا نہ رواج، افراد ہوں یا تنظیمیں، سب کا تکیہ سرکاری محافظ خانوں پر تھا، لیکن اب سرکاری محافظ خانوں پر بھروسہ کرنا ایک دوسری غلطی ہوگی۔ اس لئے کہ سرکاری محافظ خانوں نے اپنا اعتماد کھودیا ہے۔ دو چار دہائیوں سے دیکھا یہ جارہا ہے کہ کمپوٹر اور انٹرنیٹ کی سہولتوں سے فائدہ اٹھا کر تمام ہی باطل تنظیمیں اور تحریکیں اپنا اپنا مضبوط ومنظّم ''ریکارڈ روم'' بنا چکی ہیں، جس کا انھیں ابھی سے خاطرخواہ فائدہ مل رہا ہے۔

تقسیم ہند کے بعد سے اب تک کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے اس موضوع پر کبھی توجہ نہیں دی گئی جبکہ تحریک کی حیات وبقا کے لئے اس کام کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی سے کچھ کم نہیں۔ وسائل واسباب کی فراوانی کے اس دور میں آج بھی صرف ہندستان میں ہی نہیں بلکہ کہیں بھی اس کا اہتمام نہیں کہ اخبارات ورسائل کے تمام ذخائر نہ سہی کم ازکم موضوع سے متعلق موافق ومخالف نشریات کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے۔ یا دیگر موضوعات کے ساتھ خاص تحفظ ختم نبوت سے متعلق نشریات کو بھی محفوظ رکھا جائے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کے ذی علم مخلصین اور باذوق ہمدردوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کے لئے بغیر کسی تاخیر کے آگے آئیں اور موضوع کے تعلق سے اپنا مستقل ''ریکارڈ روم'' بنائیں۔ بڑی تنظیموں اور اداروں کے لئے تو یہ خدمت چنداں مشکل نہیں کہ ان کے پاس اسباب بھی ہیں اور افراد بھی۔ کیوں کہ اس مسئلے میں اب تک کی ہماری غفلت سے جونقصان ہوچکا ہے شاید اس کی تلافی اب ممکن نہیں چہ جائے کہ مزید غفلت برتی جائے۔

ارباب علم ودانش اپنی بساط اور پہنچ کے مطابق قدیم وجدید ذخائر محفوظ رکھنے کے مختلف طریقے اپنا سکتے ہیں۔ اُن میں حسب ذیل تجویزیں بھی مفید مقصد ہوسکتی ہیں۔

(۱) بالاستیعاب ملک وبیرون ملک اردو، عربی، اور انگلش کے تمام روزناموں کا روزانہ انٹرنیٹ کے ذریعہ مطالعہ کرکے عقائد ونظریات اور فرقہائے باطلہ سے متعلق تمام خبروں یا مضامین کو محفوظ کرنا۔

(۲) ہندستان میں دستیاب ہفت روزہ، پندرہ روزہ، ماہنامہ یا دیگر رسائل وجرائد سے مذکورہ ومطلوبہ امور پر مشتمل مضامین کو محفوظ کرنا۔ وقتی تقاضوں کے پیش نظر ضمنی طور پر خبروں یا مضامین کے انتخاب میں دیگر موضوعات کو بھی حسب سہولت شامل کیا جاسکتا ہے۔

(۳) اس بات کی کوشش ہو کہ ہر موضوع کے مضامین یا خبریں الگ الگ ہوں۔ نیز پرنٹ فائل اور کمپوٹر کی حد تک فی الفور قابل استفادہ ہوں۔

(۴) خبروں کی اصل کاپیوں کو محفوظ کرکے انھیں ڈیجیلائٹ کیا جائے اور کمپیوٹر سے سرچ کرکے فائدہ اٹھانے کے قابل بنایا جائے۔

(۵) حاصل شدہ ذخائر کو طباعت کی شکل میں ملک وملت کے استفادہ کے لئے منظر عام پر لانے کی شکلیں بھی اپنائی جاسکتی ہیں۔

حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ایک حق گو عالمِ دین اور بے باک خطیب

محمد احمد حافظ

موت سے کس فردِ بشر کو رستگاری ہے، ہر ذی نفس نے اس کا ذائقہ چکھنا ہے، لیکن بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں کہ اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی عرصہ تک اپنی یاد دلاتی رہتی ہیں۔ حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی انھی شخصیات میں سے تھے۔ آج انھیں اس دنیا سے رخصت ہوئے گیارہ سال بیت گئے۔ اور پلک جھپکنے میں گزر گئے۔ لیکن اُن کی یادوں کی خوشبو ابھی تک تر و تازہ ہے اور دل و دماغ اُن سے معطر ہے۔

حق گوئی و بے باکی، حریت پسندی، جرأت و بسالت، بلند ہمتی، اولوالعزمی و استقامت، قناعت و ایثار، خوش مذاقی و بذلہ سنجی حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خانوادہ کے امتیازی اوصاف ہیں۔

حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ ان اوصاف کے پیکر مجسم تھے۔ قیامِ پاکستان سے قبل خیر المدارس جالندھر میں حفظِ قرآن کے لیے داخل ہوئے۔ پاکستان بنا تو جامعہ خیر المدارس ملتان منتقل ہوگیا۔ یہاں استاذ القراء حضرت قاری رحیم بخش رحمہ اللہ سے حفظ قرآن کریم کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ درجہ کتب میں داخلہ لیا تو امام الاحناف حضرت مولانا خیر محمد جالندھری قدس سرہٗ کے منظورِ نظر ہوگئے۔ متعدد بار راقم نے شاہ جی سے یہ واقعہ سنا فرمایا کرتے کہ

> ''دورانِ حفظ میں نماز فجر سے قبل ''محلّہ کوٹلہ تولے خاں'' سے پیدل خیر المدارس جاتا اور کوشش ہوتی کہ آج اپنے استاذ حضرت قاری صاحب سے پہلے درسگاہ پہنچنا ہے۔ اس دوران پیدل چلتے ہوئے اپنا سبق اور منزل پڑھتا جاتا درسگاہ میں پہنچتا تو حضرت قاری صاحب پہلے سے تشریف فرما ہوتے، مجھے اس سلسلہ میں ہمیشہ شکست اٹھانا پڑی''۔

حضرت مولانا خیر محمد رحمہ اللہ اس فرزند امیر شریعت سے کس قدر محبت فرماتے اس کا اندازہ اس بات سے ہوگا جو راقم نے انھی کی زبانی سنی۔ شاہ جی نے بتایا کہ:

> ''ایک مرتبہ سفر کے دوران حادثہ میں میرے سر اور ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور میں صاحب فراش ہوگیا، حضرت کو معلوم ہوا تو خیر المدارس سے اپنے شاگردوں کے ہمراہ دو مرتبہ میری عیادت کے لیے گھر تشریف

لائے۔ مجھے حضرت سے ملے ہوئے کافی دن ہوگئے تھے۔ میں ڈر رہا تھا کہ ابھی ڈانٹیں گے لیکن حضرت نے جس محبت، شفقت اور خورد نوازی کا معاملہ فرمایا میں اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔''

حضرت شاہ جی کی نسبت جس گھرانے سے تھی اور جس جماعت کے وہ امیر رہے کون نہیں جانتا کہ اس خاندان اور جماعت میں انگریز اور اس کے وفادار ٹوڈیوں اور انگریز کے نظام سے نفرت کس قدر رہے۔ پھر فرزندِ امیرِ شریعت ہونے کے ناتے انھوں نے اپنے اسلاف کی روایات کو جس طرح نبھایا وہ انھی کا حصہ تھا۔ اگر بات دفاعِ صحابہ کی ہو تو کونسی وہ قربانی ہے جو اس گھرانے نے پیش نہ کی ہو۔ قید و بند کی صعوبتوں سے لے کر املاک کے نقصان اور کتب خانے کی چوری، بعض اپنوں کا بغض و حسد، بیگانوں کی نفرت و عداوت، اور اعدائے صحابہ کی کھلی دشمنی اس راہ میں مول لی، سیدنا معاویہ سلام اللہ و رضوانہ علیہ کا نام نامی زبان پر لانا کسی دور میں جرم سے کم نہ تھا۔ مگر سید عطاء المحسن بخاری نے اپنے بڑے بھائی جانشین امیرِ شریعت امامِ اہلِ سنت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دوش بدوش پوری تندہی اور جانفشانی سے اس نام کو اتنا عام کیا کہ آج جگہ جگہ اس نام کے لوگ ملتے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عفت و عصمت کی حفاظت کے سلسلہ میں کبھی کوئی لگی لپٹی نہیں رکھی بلکہ ان کے خلاف بکنے والی ہر زبان اور اٹھنے والے ہر قلم کو بانگِ دہل للکارا، اس قماش کے لوگوں کا پیچھا کیا اور شکستِ فاش سے دوچار کیا۔ حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کی صحابہ کرام سے محبت کا یہ عالم تھا کہ اُن کے دفاع میں وہ ہر وقت مضطرب اور بے قرار رہتے۔ دفاعِ صحابہ اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ اس قدوسی صفت جماعت کے خلاف بھونکنے والوں کا راستہ جس قوت و استقامت کے ساتھ انھوں نے روکا وہ اِس جدوجہد میں منفرد و ممتاز تھے۔ جب جماعت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی پر رکیک حملے کیے گئے تھے تو شاہ جی نے اپنی زبان اور قلم سے تلوار سے زیادہ سخت کام لیا۔ ۱۹۸۸ء میں ان کی زیرِ ادارت ماہنامہ ''نقیبِ ختمِ نبوت'' نکلنا شروع ہوا تو اس کے صفحات دفاعِ صحابہ کے لیے وقف ہوگئے اور آج تک وقف ہیں۔ اس محاذ پر اُن کی زبان و قلم کی کاٹ دیکھنے لائق ہوتی۔ وہ کسی سے مرعوب ہوئے نہ خوفزدہ، اس راہ میں انھوں نے کسی کی پروانہ کی اور بڑی سے بڑی شخصیت سے ٹکرا گئے۔ فرمایا کرتے:

''صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑا بزرگ کون ہوسکتا ہے۔ تم میرے سامنے جن بزرگوں کو لا کھڑا کرتے ہو وہ بزرگ تو ہیں لیکن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ صحابہ تو قرآنی اور منصوص شخصیات ہیں۔ اُن کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔''

شاہ جی مجلس احرار اسلام پاکستان کے ناظمِ اعلیٰ اور آخر میں امیر رہے۔ اس حیثیت میں انھوں نے ہمیشہ معاصر دینی جماعتوں کو آپس کے اتحاد و اتفاق کے لیے پکارا۔ وہ فرمایا کرتے کہ:

''موجودہ سیاست میں ہمارا لادین جماعتوں سے اتحاد یکسر غیر فطری ہے۔ نیز یہ کہ موجودہ جمہوری سیاست میں ہمارے لیے کوئی جگہ نہیں۔ اس سے ہماری قوتِ کار اور قوتِ افراد بھی تقسیم ہو جاتی ہے۔ دینی جماعتوں کا آپس کا اتحاد ہی فطری اتحاد ہوسکتا ہے اور ہماری دینی جماعتیں صرف اسی صورت میں کامیابی سے ہمکنار ہوسکتی ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے گئے طریقہ کے مطابق نفاذِ اسلام کی جدوجہد ہوگی۔''

مجاہدین سے بہت محبت فرماتے کوئی مجاہد دوست ملاقات کے لیے حاضر ہوجاتا تو شاہ جی کی خوشی دیدنی ہوتی، بلا امتیاز مجاہد تنظیموں سے تعاون خود بھی فرماتے اور دوسروں کو بھی توجہ دلاتے۔ روس کے خلاف جہاد کے دور میں خود محاذ جنگ پر تشریف لے گئے اور عملی جہاد کی سعادت حاصل کی۔ بعد میں اپنے حصے کے فائر کیے گئے گولہ بارود کی قیمت بھی ادا کی، طالبان اور حضرت امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد ان کی تقاریر کا مستقل موضوع ہوتے۔

حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ نے ۱۹۶۱ء میں ملتان میں کرایہ پر ایک مکان لے کر اُس میں ''مدرسہ معمورہ'' قائم کیا۔ ۱۹۷۹ء میں اپنی رہائش گاہ دارِ بنی ہاشم میں مدرسہ منتقل کردیا۔ شروع میں بہت دقتیں پیش آئیں، شاہ جی استاذ تھے اور مدرسہ کے رہائشی بچوں کے لیے کھانے کا اہتمام شاہ جی کی اہلیہ کرتیں۔ جب ان کی اہلیہ فالج سے معذور ہوگئیں تو مدرسہ کے بچوں کو کھانا پکانا سکھایا۔ بچے کھانا کھاتے اور وہ نگرانی کرتیں۔ آج مدرسہ معمورہ کے تحت پنجاب میں تیس کے قریب مدارس قائم ہیں جہاں بچوں کو حفظ و ناظرہ کی بہترین تعلیم دی جارہی ہے۔ انھوں نے اپنا مکان اور گھر کا تمام سامان وصیت کر کے مدرسہ کے نام وقف کردیا آج اُن کے ذاتی مکان میں جامعہ بستان عائشہ قائم ہے اور چار سو سے زائد طالبات حفظ و ناظرہ قرآن کریم اور درسِ نظامی پڑھ کر عالمہ بن رہی ہیں۔ جب کہ مدرسہ معمورہ میں حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ درجہ سادسہ تک درسِ نظامی اور عصری تعلیم دی جارہی ہے۔ اَللّٰھم زِدْ فَزِدْ. جو بچے ذہنی طور پر کمزور ہوتے انھیں اپنے پاس بلا لیتے۔ وہ تدریس کا خاص ذوق رکھتے تھے اُن بچوں کو قرآن پاک پڑھانے کا خاص اہتمام فرماتے۔ یہ سلسلہ اُن کے صاحبِ فراش ہونے کے بعد تک جاری رہا۔ شاہ جی جب اپنی پاٹ دار آواز اور حجازی لَے میں بچوں کو تجوید کی مشق کرا رہے ہوتے تو پورا مدرسہ ان کی آواز سے گونج اٹھتا۔ اپنے متعلقین کی ظاہری و باطنی حالت کی طرف بھرپور توجہ رکھتے، مسجد میں اگر کوئی نمازی غلط انداز میں نماز پڑھتا نظر آجاتا تو فوری اصلاح فرماتے۔ راقم کو ان کی خدمت میں ایک عرصہ رہنے کا شرف حاصل ہوا ہے ان کے پاس قیام کے عرصہ میں بعض اوقات مسجد کی امامت کے فرائض اس ناہنجار کو ادا کرنا پڑتے۔ قرأت میں یا ادائے نماز میں کوئی غلطی نظر آتی تو اپنے پاس بلا کر محبت بھرے انداز میں غلطی کی اصلاح فرماتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''جو شخص برائی کو دیکھے تو اُسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس پر قادر نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر

اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے'' (او کما قال علیہ السلام)

شاہ جی رحمہ اللہ کے نزدیک آخری درجہ تو بعد کی بات ہے وہ پہلے اور دوسرے درجہ میں برائی کی روک تھام کے لیے کبھی کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے۔ زبان ہمیشہ منکرات کے خلاف شمشیر بے نیام رہی۔ جہاں موقع ملا ہاتھ کا بھی بھرپور استعمال کیا۔ اللہ پاک نے صحت و جسامت سے بھی خوب نوازا تھا۔ سفر کے دوران بسوں ویگنوں والوں سے فحش گانوں کی ریکارڈنگ پر اکثر لڑائی ہوجاتی کئی مرتبہ گردن سے پکڑ کر ڈرائیور کو گانوں سے روکا۔ اور بعض مرتبہ ضرورت پڑنے پر مناسب ٹھکائی بھی کردی۔ فرمایا کرتے:

> ''منکرات وفواحش کو مٹانے کے لیے الحمد للہ میں نے مارا بھی اور مار کھائی بھی ہے۔ اللہ پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کی مجھے توفیق عطا فرمائی۔ یہ سعادت میری نجات کے لیے کافی ہے۔ میں نے ایمان کے تینوں درجوں پر عمل کیا۔ اسی ترتیب سے جس طرح حدیث میں درج ہیں۔ تیسرے درجے پر اس وقت عمل کررہا ہوں جب میری صحت ختم ہوگئی اور میں معذور ہوگیا ہوں۔''

ملک میں چلنے والی دینی تحریکوں میں ہمیشہ نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۶ء میں چناب نگر (ربوہ) میں قادیانیوں کے راج کا یہ عالم تھا کہ وہاں کوئی مسلمان قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ ربوہ یا قرب وجوار میں رہنے والے مسلمان اپنی غربت وافلاس کی وجہ سے قادیانیوں کے دست نگر رہتے۔ اگر کوئی نیا آدمی ربوہ میں داخل ہوتا تو فوراً قادیانی جماعت کے ''خفیہ'' والے اس کا پیچھا شروع کردیتے، یہاں داخل ہونے والا سمجھتا کہ وہ پاکستان کے کسی شہر میں نہیں بلکہ کسی دشمن ملک میں داخل ہونے کی غلطی کرچکا ہے۔ ان حالات میں حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ نے خفیہ طریقہ سے وہاں جگہ خرید کر مسجد بنانے کا اعلان کردیا۔ یہ ربوہ میں مسلمانوں کی پہلی مسجد تھی جو ''مسجد احرار'' کے نام سے موسوم ہے۔ ہر سال یہاں تحفظِ ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام کیا اور قادیانیوں کے شہر کے قلب میں واقع ان کے سیکرٹریٹ ''ایوانِ محمود'' کے سامنے ہزاروں لوگوں کو ہمراہ لے کر دشمن کے دروازے پر کھڑے ہوکر انھیں دعوتِ اسلام کا فریضہ انجام دیتے، ساتھ ساتھ قادنیوں کے گرو مرزا قادیانی کے پھیلائے ہوئے مغالطوں کے تاروپود بکھیرتے۔

شاہ جی نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے خطابتی معرکے سر کیے۔ اللہ پاک نے انھیں فصاحت وبلاغت اور حسنِ صوت سے نوازا تھا۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا موضوع ہوتا یا سیرتِ صحابہ کا تو زبان سے ایسے بلند پایہ ادیبانہ الفاظ موتیوں کی صورت میں نکلتے کہ سننے والے عش عش کراٹھتے۔ اور کبھی دین دشمنوں اور گستاخانِ صحابہ کا تذکرہ چھڑ جاتا تو وہی زبان تلوار کی دھار سے زیادہ کاٹ دار بن جاتی۔ قرآن پاک کی آیات کی تلاوت فرماتے تو دل چاہتا کہ بس تلاوت ہی کرتے رہیں۔ وہ فن قرأت وتجوید کے امام تھے اور حسن صوت اس پر مستزاد تھا۔ حجازی لے میں جب تلاوت کرتے تو اپنے